ڈاکٹر محمد امین ☆

احکام الرسول فی سل السیوف

کسی بھی ملت اور معاشرے کے استحکام کا انحصار اس کے سیاسی نظام پر ہوتا ہے اور کسی بھی سیاسی نظام کے محکم و موثر ہونے کا انحصار اس امر پر ہوتا ہے کہ حکمران لائق اور عادل ہوں اور عوام ان کی اطاعت خوشی و رغبت سے کرتے ہوں۔ اسلام وہ دین ہے جس کا مرکزی نقطہ اللہ کی رضا اور خوشنودی کا حصول ہے اور رضائے الٰہی کے حصول کا طریقہ دنیا کی زندگی میں اللہ کے احکام کی مکمل اطاعت ہے۔ دنیا کی زندگی کو ہم سہولت بیان کی خاطر انفرادی اور اجتماعی زندگی میں تقسیم کر سکتے ہیں اور شریعت ہمیں زندگی کے ان دونوں پہلوؤں کے بارے میں تفصیلی احکام دیتی ہے۔ شریعت کے ماخذ دو ہی ہیں۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔ اجتماعی زندگی کے بارے میں قرآن حکیم کا اسلوب عموماً پالیسی امور کے طے کرنے کا ہے جب کہ تفصیلی احکام ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ملتے ہیں کیونکہ پیغمبر ﷺ کا کام ہی قرآنی احکام کی تبیین اور عملی زندگی میں اس کی تطبیق کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اجتماعی زندگی کے معاشی، سماجی اور سیاسی پہلوؤں کے بارے میں تفصیلی رہنمائی کے لئے ہمیں زیادہ تر سنت نبوی پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔

اگر ہم اسلام کے سیاسی نظام کی اساسیات پر غور کریں تو اس کا ایک بنیادی قاعدہ ہمیں یہ نظر آئے گا کہ مسلم عوام کو مسلم حکام کی اطاعت کرنی چاہئے چنانچہ قرآن و سنت میں ایسے واضح احکام موجود ہیں جن میں مسلمانوں کو اطاعت احکام کی سختی سے تلقین کی گئی ہے قرآن مجید میں حکم ربانی ہے:

☆ سینئر ایڈیٹر، اردو دائرہ معارف اسلامیہ 'پنجاب یونیورسٹی' لاہور

یٰأَیُّهَاالَّذِینَ آمَنُو آطِیعُوأ اللّٰهَ وَأَطِیعُوا اُلرَّسُولَ وأُوْلِی اُلْأَمْرِ مِنکُمْ –(۱)

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی، اطاعت کرو رسول کی اور ان کی جو تم میں سے اہل اختیار ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی کان رأسه زبیبه"(۲)

سنو اور اطاعت کرو خواہ منقے جیسے سر والے کسی حبشی غلام ہی کو تمہارا امیر کیوں نہ بنا دیا جائے۔

لیکن یہاں بجا طور پر یہ سوال ذہن میں آتا ہے کہ کیا حکمرانوں کی یہ اطاعت غیر مشروط اور غیر محدود ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم حکمرانوں کی اطاعت اگرچہ شریعت کا بنیادی قاعدہ ہے لیکن جس طرح ہر قانون میں استثنیٰ کا امکان ہوتا ہے' یہاں بھی ہے۔ چنانچہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمادی کہ حکمرانوں کا حق اطاعت صرف معروف میں ہے:

"انما الطاعة فی المعروف "(۳)

حکمرانوں کی اطاعت صرف معروف میں ہے۔

اور اللہ کے احکام کی مخالفت میں کسی دوسرے کا حکم نہیں مانا جا سکتا:

"لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق (۴)

خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اگر حکمران کوئی ایسا حکم مسلمانوں کو دیں جو خلاف اسلام ہو تو ان پر اس کی اطاعت واجب نہیں ہے اور یہ بات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے کیونکہ آپ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا تو (بحث اور ضد میں آکر) امیر لشکر نے آگ جلا کر مسلمانوں کو اس میں کود جانے کا حکم دیا تو مسلمانوں نے انکار کر دیا۔ واپسی

پر جب معاملہ آپ ﷺ کے علم میں لایا گیا تو آپ ﷺ نے عام مسلمانوں کے فیصلے کی تائید کرتے ہوئے فرمایا:

"لو دخلوها ما خرجوا منها ابداً (۵)

اگر وہ اس (آگ) میں داخل ہو جاتے تو کبھی باہر نہ آسکتے۔

گویا حکمرانوں کا حق اطاعت مشروط اور محدود ہے' اسلامی احکام کی موافقت سے۔ لیکن یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اگر مسلم حکمران خود اسلامی احکام پر عمل کریں اور نہ مسلم ریاست میں اسلامی قانون کا نفاذ کریں بلکہ الٹا غیر اسلامی احکام جاری کریں تو پھر ان کے ساتھ کیسا معاملہ کیا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح زندگی کے دوسرے شعبوں میں بگاڑ پیدا ہو جانے پر مسلمانوں کے اہل علم و اصلاح اس بگاڑ کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں اسی طرح اگر مسلمانوں کے سیاسی نظام میں خرابی پیدا ہو جائے یا کوئی حکمران اسلامی اصولوں پر عمل نہ کرے تو اس کی بھی اصلاح کی کوشش کی جائے۔ امر بالعروف و نہی عن المنکر کے شرعی قواعد کی رو سے اُسے نرمی سے، عزت سے، تنہائی میں سمجھایا جائے پھر بھی بات نہ بنے تو انذار اور زجر باللسان کیا جائے' پھر بھی بات نہ بنے تو تغیر بالید کی باری آئے گی یعنی اسے بزور قوت (جہاد و قتال کے ذریعے) ہٹا دینا، جسے فقہی اصطلاح میں سل السیوف کہتے ہیں۔ لیکن یہاں پر تغیر بالید کے عمومی اصولوں کا اطلاق نہ ہو گا کیونکہ اس معاملے کی نزاکت کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے خصوصی احکام ارشاد فرمائے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان سب احکام پر ایک نظر ڈال لی جائے تاکہ معاملہ کی صحیح شرعی حیثیت ہمارے سامنے رہے:

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے عمومی آداب و اصول

اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ۔(۶)

"اپنے رب کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلائیں اور ان سے اچھے طریقے سے بحث کریں۔"

اَدْفَعْ بِالَّتِی هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ۔(۷)

تم برائی کا جواب بھی بھلائی سے دو پھر تم دیکھو گے کہ تم میں اور جس شخص میں دشمنی تھی وہ گویا تمہارا جگری دوست بن گیا۔

حکمرانوں کی اطاعت کی تاکید

یٰاَیُّهَاالَّذِینَ آمَنُوا اطِیعُوأ اللّٰهَ وَأَطِیعُوا اُلرَّسُولَ وَأُوْلِی اُلْأَمْرِ مِنكُمْ۔(۸)

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی، اطاعت کرو رسول کی اور ان کی جو تم میں سے اہل اختیار ہیں۔

"فاتقوا اللّٰہ ما استطعتم واسمعو واطیعوا"(۹)

پس جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور سنو اور اطاعت کرو۔

"من اطاعنی فقد اطاع اللّٰہ ومن عصانی فقد عصی اللّٰہ ومن اطاع امیری فقد اطاعنی ومن عصی امیری فقد عصانی"(۱۰)

حضور ﷺ نے فرمایا "جس نے میری اطاعت کی گویا اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی گویا اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے مسلم حاکم کی اطاعت کی گویا اس نے میری اطاعت کی اور جس نے مسلم حاکم کی نافرمانی کی گویا اس نے میری نافرمانی کی۔"

"من اهان سلطان اللّٰہ فی الارض اهانه اللّٰہ"(۱۱)

جس نے مسلمان حاکم کو رسوا کرنے کی کوشش کی اسے اللہ رسوا کرے گا۔

حکمرانوں کی خیر خواہی چاہو

"قال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم الدین النصیحة ، قلنا لمن یا

رسول الله؟ قال لله ولکتابه ولرسوله ولائمة المسلمین وعامتهم"(۱۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین نصیحت اور خیر خواہی کا نام ہے۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ! کس کے لئے نصیحت و خیر خواہی ؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے لئے ' اس کی کتاب کے لئے اس کے رسول ﷺ کے لئے 'مسلم حکام کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے)

حکمرانوں کی زیادتیوں پر صبر کیا جائے اور اللہ سے بہتری کی دعا کی جائے

"سال سلمة بن یزید الجعفی رسول الله فقال یا نبی الله! أریت ان قامت علینا امراء یسئا لونا حقهم ویمنعونا حقنا فما تأمرنا؟ فاعرض عنه ثم سأله فقال رسول الله اسمعوا واطیعوا' فانّماعلیهم ماحملوا وعلیکم ماحملتم"(۱۳)

حضرت سلمہؓ بن یزید نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول !اگر ہم پر ایسے لوگ حکمران ہوں جو اپنا حق (اطاعت) تو ہم سے وصول کریں لیکن ہمارے حقوق ہمیں نہ دیں تو ہم کیا کریں؟ حضور نے ان سے اعراض فرمایا۔ انہوں نے دوبارہ پوچھا تو حضور نے فرمایا:ان کا حکم مانو اور ان کی اطاعت کرو۔ جو ان کی ذمہ داری ہے اس کے بارے میں وہ اللہ کو جوابدہ ہیں اور جو تمہاری ذمہ داری ہے اس کے لئے تم اللہ کو جواب دہ ہو۔

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:

"انهاستکون بعدی اثرۃوامور تنکرونها.قالوا ! یارسول الله! کیف تامرمن ادرك منا ذلك، قال ! تؤدون الحق الذی علیکم

وتسئالون اللّٰہ الّذی لکم" (۱۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد ایسے لوگ حکمران ہوں گے جو تم پر خود کو ترجیح دیں گے اور منکرات کا ارتکاب کریں گے۔ صحابہ کرامؓ نے کہا اے اللہ کے رسول! اگر ہم یہ زمانہ دیکھیں تو کیا کریں؟ حضور نے فرمایا تم پر ان کا جو حق ہے (اطاعت) وہ تم ادا کرو اور جو حق تمہارا ان پر ہے اس کے لئے اللہ سے دعا کرو۔

"انہ یکون بعدی امراء یعملون بغیر طاعۃ اللّٰہ فمن شرکھم فی عملھم واعانھم علی ظلمھم فلیس منّی ولست منہ' ومن لّم یشرکھم فی عملھم ولم یعنھم فھو منّی وانا منہ "(۱۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد ایسے حاکم ہوں گے جو اسلامی احکام کی خلاف ورزی کریں گے۔ پس جو ان کے برے کاموں میں شریک ہو گیا اور برے کاموں میں ان کی مدد کرنے لگا تو اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن جو ان کے برے کاموں میں شامل نہ ہوا اور نہ برے کاموں میں ان کا معاون بنا وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔

"من رای من امیرہ شیئا یکرھہ فلیصبر فانہ لیس احد یفارق الجماعۃ شبراً فیموت میتۃ جاھلیۃ (۱٦)

جو کوئی مسلم حاکم کو ناپسندیدہ امور کا مرتکب دیکھے اسے چاہیئے کہ صبر کرے کیونکہ جو مسلم حکومت کی اطاعت سے ذرا بھی نکلے گا وہ گویا جاہلیت کی موت مرے گا۔

ضرورت ہو تو حکمران کو نرمی سے سمجھاؤ

"اذھبا الی فرعون انہ طغیٰ فقولا لہ قولًا لینا لعلّہ یتذکّر

اَویخشی"(۱۷)

(اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا) تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے۔ اس سے نرمی سے بات کرنا شائد وہ نصیحت قبول کرے یا اپنے انجام سے ڈر جائے۔

"من ارادان ینصح بسلطان بامر فلا یبده له علانیة ولکن لیاخذ بیده فیخلوا، فان قبل منه فذاك والا کان قدادی الذی علیه"(۱۸)

تم میں سے جو کسی مسلم حکمران کو سمجھانا چاہے تو اسے چاہئے کہ اس کا ڈھنڈورانہ پیٹے بلکہ اس سے تخلیے میں بات کرے، اگر حاکم وہ مشورہ قبول کرلے تو بہت خوب ورنہ نصیحت کرنے والے نے تو اپنا حق ادا کر ہی دیا۔

"یستعمل علیکم امراء فتعرفون وتنکرون فمن کرہ فقد بری ومن انکر فقدسلم ولکن من رضی وتابع"(۱۹)

تم پر ایسے لوگ حکمران ہوں گے کہ انہیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ضرورت ہوگی، پس تم میں سے جس نے انہیں برائی پر ٹوک دیا وہ اپنی ذمہ داری سے بری ہو گیا اور جس نے دل میں برا سمجھا وہ بھی بچ گیا ہاں جس نے ان کے برے کاموں کو قبول کرلیا اور ان کی پیروی کرنے لگا وہ مسئول ہوگا۔

"افضل الجهاد کلمةعدل عند سلطان جائر"(۲۰)

بہترین جہاد ظالم حاکم کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے۔

امت میں تفرقہ ڈالنا حرام ہے اور ایسا کرنے والا جہنمی ہے

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَلاَ تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْكُنْتُمْ اَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِه اِخْوَانًا.....(۲۱)

اور سب مل کر اللہ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور الگ الگ نہ ہو جاؤ۔ اللہ کا یہ انعام نہ بھولو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔

ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا منم بعد ماجآء ھم البینٰت۔(۲۲)

اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو فرقوں میں بٹ گئے اور آپس میں جھگڑنے لگے جبکہ ان کے پاس واضح دلیلیں آچکی تھیں۔

"تری المؤمنین فی تراحمھم وتوادھم وتعاطفھم کمثل الجسد اذا اشتکی عضوا تداعی لہ سائر جسدہ بالسھر والحمی "(۲۳)

آپس کی محبت اور شفقت میں مسلمانوں کی مثال ایک جسد واحد کی ہے کہ اگر ایک عضو کو تکلیف پہنچے تو سارا جسم اس کے لئے بے خواب اور بے آرام ہو جاتا ہے۔

"ید اللّٰہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ الی النار "

جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے اور جماعت سے الگ ہوا اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

ایک جمی جمائی مسلم حکومت کا تخت الٹنے کی کوشش کرنے والا واجب القتل ہے۔

".....ومن بایع اماما فاعطاہ صفقۃ یدہ وثمرۃ قلبہ فلیطعہ ان استطاع فان جاء ینازعہ آخر فاضربوا عنق الاخر"(۲۵)

جس نے کسی مسلم حاکم کی اطاعت کا دم بھرا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ حسب

مقدرت اس کی اطاعت کرے اور اگر دوسرا آکر اس حاکم کی اتھارٹی کو چیلنج کرے تو اس کی گردن ماردی جائے۔

"انه ستکون هنات وهنات' فمن اراد ان یفرق امر هذه الامة وهی جمیع فاضربوه بالسیف کائنامن کان"(۲۶)

(حضور نے فرمایا:) میرے بعد یوں اور یوں ہوگا پھر جو کوئی (اپنی امارت کا دعوی کرکے) امت میں تفرقہ ڈالے جبکہ وہ (پہلے سے ایک امیر پر) مجتمع ہو تو اس کی گردن مارو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

اسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے انتقال سے پہلے خلیفہ کے تعین کے لئے ایک کمیٹی بنادی اور حضرت مصعب بن عمیرؓ کو ہدایت کی کہ کمیٹی کے فیصلے کے بعد اگر کوئی دوسرا خلافت کا دعوی کرے تو فوراً اس کی گردن ماردو۔(۲۷)

حکومت کی خواہش رکھنا مذموم ہے

"انّاواللّٰه لا نولی علی هذا العمل احداً سئاله او احدا حرص علیه" (۲۸)

اللہ کی قسم! ہم یہ منصب کسی ایسے شخص کو نہیں دیں گے جو اس کا طلب گار یا حریص ہو۔

"انکم ستحرصون علی الامارةوستکون ندامة یوم القیامه فنعمت المرضعة وبئست الفاطمة"(۲۹)

عنقریب لوگ حاکم بننے کی حرص کریں گے اور یہ ان کے لئے قیامت کے دن ندامت کا باعث ہوگی کیونکہ دودھ پلانے والی اچھی اور چھڑوانے والی بری ہوتی ہے۔

"یاعبد الرحمٰن بن سمرة! لاتسئل الامارة فانك انْ اعطیتها عن مسئله وکّلت الیها وان اعطیتها من غیر مسألة اعنت

علیها"(۳۰)

اے عبد الرحمان بن سمرۃ! امارت کا سوال نہ کر، بغیر سوال تو اگر امیر بنایا گیا تو اللہ تیری نصرت فرمائے گا اور اگر طلب کرنے سے تجھے امارت ملی تو تُو اس کے حوالے کر دیا جائے گا۔ (یعنی اللہ کی مدد شامل نہیں ہو گی)۔

"لن نستعمل علی عملنا من ارادہ"(۳۱)

ہم کسی ایسے شخص کو منصب ہرگز عطا نہیں کریں گے جو اس کی خواہش رکھتا ہو۔

مسلم حاکم کے خلاف تغیر بالید اور سل السّیف کی شروط

۱۔ کفر بواح کا ظہور

"عن عبادہ بن صامتؓ بایعنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم علی السمع والطاعۃفی العسر والیسر والمنشط والمکرہ و علی اثرۃعلینا وعلی ان لاننازع الامراھله الاان تروا کفرابواحا عندکم من اللّٰہ تعالٰی فیه برھان وعلی ان نقول بالحق اینما کنّا الّانخاف فی اللّٰہ لومۃلائم"۔(۳۲)

حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی کہ ہم حکام کی اطاعت کریں گے خواہ تنگی کی حالت ہو یا فراخی کی، خوشی کی حالت میں بھی اور ناپسندیدگی کی حالت میں بھی اور اس حالت میں بھی جب دوسروں کو ہم پر ترجیح دی جاتی ہو۔ اور ان کی سیادت کو چیلنج نہیں کریں گے الا یہ کہ ان سے کفر بواح سرزد ہو اور بغیر کسی خوف و ڈر کے سچی بات کہیں گے۔

"عن عوف بن مالکؓ قال سمعت رسول اللّٰہ علیه وسلم یقوله'

خيار ائمتكم الذين تحبونهم ويحبونكم وتصلون عليهم ويصلون عليكم' وشرار ائمتكم الذين تبغضونهم ويبغضونكم وتلعنونهم ويلعنونكم .قال: قالوا يا رسول الله! أفلا ننابذهم عند ذلك قال لا'ماأقاموا فيكم الصلاة' قال لا، ماأقاموا فيكم الصلاة!" (۳۳)

حضرت عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تمہارے بہترین حکمران وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں۔ تم ان کے لئے دعا کرو اور وہ تمہارے لئے دعا کریں۔ اور تمہارے بدترین حاکم وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور تم سے وہ بغض رکھیں اور تم ان پر لعنت بھیجو اور وہ تم پر لعنت بھیجیں۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں جب تک وہ نماز قائم کریں، نہیں جب تک وہ نماز قائم کریں۔

ان احادیث اور دیگر احکام سے علماء و فقہاء نے یہ سمجھا ہے کہ فسق کا مرتکب اولاً تو حکمران بننے کا اہل ہی نہیں ہوتا (۳۴) اور اگر حکمران بننے کے بعد اس میں فسق کی علامات وعادات (جیسے بنیادی دینی احکام پر عدم عمل یا ان کے نفاذ میں عدم دلچسپی) واضح ہوں اور وہ توجہ دلانے کے باوجود اصلاح پر آمادہ نہ ہو تو وہ قابل عزل ہے۔ یہ رائے امام شافعی امام جوینی' امام ابن حزم نیز اشعری' ایجی' ابن عابدین' شہرستانی اور ماوردی بلکہ اکثر اہل سنت کی ہے۔ (۳۵) لیکن امام نسفی' تفتازانی اور ابو یعلی الفراء یہ کہتے ہیں کہ فسق کے باوجود مسلم حکمران قابل عزل نہیں ہوتا کیونکہ اسے ہٹانے کی کوشش میں فتنہ اور انارکی کے امکانات غالب ہوتے ہیں۔ (۳۶)

۲۔ اخف الضررین

حکمران کا قابل عزل ہونا ایک بات ہے اور طاقت کے استعمال کے ذریعے اسے

عملاً حکومت سے معزول کرنا ایک دوسری بات ہے۔ ابن حزم اور اشعری کی رائے یہ ہے کہ فاسق حکمران کو بزور قوت حکومت سے ہٹایا جانا چاہئے۔ وہ اس رائے کو جمیع معتزلہ 'خوارج' زیدیہ اور بعض اہل سنت کی رائے قرار دیتے ہیں۔(۳۷) ظاہر ہے کہ ان کی رائے کی بنیاد وہ احادیث ہیں جن میں نہی عن المنکر کے استیصال پر زور دیا گیا ہے۔ جبکہ امام نسفی' تفتازانی اور فراء کی رائے میں 'جس کا ذکر ابھی اوپر ہوا' فسق کے باوجود اس کے خلاف طاقت کا استعمال جائز نہیں۔ اس موقف کے حامیوں کے پیش نظر وہ احادیث ہیں جن میں حکمرانوں کے جبر پر صبر کا حکم دیا گیا ہے اور امن و استقرار کو اہمیت دی گئی ہے۔ تاہم ان دونوں اقلیتی آراء کے مقابلے میں جمہور اہل سنت کی اکثریتی اور معتدل رائے یہ ہے کہ قوت کے استعمال کا فیصلہ کرنے سے پہلے یہ دیکھا جائے گا کہ فتنہ و فساد کا کم احتمال کس امر میں ہے۔ اگر حکومت کے برقرار رہنے کے مقابلے میں اسے ہٹانے میں کم فتنہ و فساد کا احتمال ہے تو اسے قوت سے ہٹادیا جائے گا اور اگر ہٹانے کے مقابلے میں اس کے برقرار رہنے سے کمتر فتنہ و فساد کا احتمال ہے تو اس کے خلاف قوت استعمال نہیں کی جائے گی۔ اخف الضررین کے اس قاعدے کا واضح اظہار امام احمد بن حنبل' امام ابن تیمیہ' امام ایجی' ابن عابدین' کمال بن ابی شریف' الدرا اور دی اور برصغیر کے علماء میں سے شاہ ولی اللہ دہلوی اور ابوالکلام آزاد نے کیا ہے۔(۳۸)

۳۔ مقدرت رکھنا

مقدرت وہ بنیادی اصول ہے جو اسلام کے سارے احکام میں جاری و ساری ہے کیونکہ یہ عدل کا بنیادی تقاضا ہے اور ظاہر ہے اللہ سے بڑھ کر عادل کون ہو سکتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

لَایُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۔(۳۹)

نماز کو دیکھئے شارع نے فرمایا کہ اگر تم بیمار ہو تو مسجد کی بجائے گھر میں پڑھ لو' کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھ لو، بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے تو لیٹ کر پڑھ لو۔ زکوٰۃ صرف اسی آدمی پر فرض ہے جس کے پاس قابل نصاب رقم ایک سال تک رہے۔ روزہ بیمار پر نہیں صرف اسی پر فرض ہے جو اس کا متحمل ہو سکتا ہے۔ حج صرف اس پر فرض ہے جو زر م

تک جانے کے وسائل رکھتا ہے۔ جہاد اس پر واجب ہے جو جہاد کے وسائل رکھتا ہے۔ یہی حال امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ہے کہ اس کے لئے بھی صلاحیت (مثلاً علم اور قوت اظہار)اور مقدرت شرط ہے۔ شارع علیہ السلام نے فرمایا:

"کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته والامیرراع والرجل راع علی اهل بیته والمرأةراعیةعلی بیت زوجها وولده'فکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته"۔(۴۰)

یعنی خاوند کو بیوی پر' بیوی کو بچوں پراور اسی طرح حکمران کو رعایا پر قدرت حاصل ہے اور جس کو جس کسی پر مقدرت حاصل ہے 'اس سے اسی کے بارے میں پوچھا جائے گا۔اسی وجہ سے الاقرب فالا قرب اور اختیار کااصول ایک شرعی اصول ہے۔ مطلب یہ کہ شرعی اصول یہ ہے کہ جب مقدرت نہیں تو مسئولیت بھی نہیں۔اگر مسلم حکمران سے اعمال فسق کااظہار ہو تو شریعت کی رو سے وہ قابل عزل ہے لیکن اس پر عمل اسی وقت ہوگاجب اسے قابل عزل سمجھنے والے کو اتنی مقدرت حاصل ہو کہ وہ اسے معزول کرسکے۔اگر اسے اتنی مقدرت حاصل نہ ہو تو تغیر بالید کی بجائے جو نہی عن المنکر کا اعلیٰ ترین درجہ ہے' دوسرے اور تیسرے درجے کے احکام پر عمل ہوگا۔ چنانچہ امام ابویعلی الفراء نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ خلیفہ واثق کے زمانے میں جب خلق قرآن کے مسئلے نے زور پکڑا اور اس سلسلے میں حکومتی تشدد ناقابل برداشت ہونے لگا تو بغداد کے فقہاء جمع ہوکر امام احمد بن حنبلؒ کے پاس گئے اور کہا کہ ہم ایسے خلیفہ کو نہیں چاہتے جس کا یہ حال ہے۔امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا:

"دل میں اس کو برا سمجھو اور اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ اٹھاؤاور مسلمانوں میں تفرقہ نہ ڈالو"(۴۱)

تغیر بالید کی استطاعت نہ رکھنے کے بعد (خود احادیث ہی کی اجازت سے)ہمارے اسلاف نے زجر باللسان بھی کیا ہے اور نکرہ بالقلوب بھی۔اس کے علاوہ احادیث ہی کی رو سے دو مزید موقف اختیار کرنے کی گنجائش بھی ملتی ہے اور اسلاف نے ان پر بھی عمل کیا ہے

ایک عدم تعاون کا رویہ مبنی بر احادیث جن میں آپ نے غیر صالح حاکم سے عدم تعاون کا حکم دیا ہے۔(۴۲) اور دوسرے اگر کوئی شخص کھڑا ہو جائے جو سمجھتا ہو کہ وہ اس کی مقدرت رکھتا ہے اور اس کے لئے جدوجہد کرے تو آدمی جس درجے میں اس کی مقدرت کا یقین رکھتا ہو اسی درجے کا تعاون اسے مہیا کر سکتا ہے۔ مبنی بر حکم خداوندی:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔(۴۳)

ان آخری دونوں شقوں پر امام ابو حنیفہؒ نے عمل کیا ہے جیسا کہ ان کی سوانح سے پتہ چلتا ہے۔

۴۔امارت

مسلم حکمران کو قوت سے ہٹانے کے لئے نہ صرف یہ شرط ہے کہ اس سے اظہار فسق ہو اور امت کے کسی فرد میں اسے ہٹانے کی قدرت ہو اور بہت زیادہ فتنہ و فساد کا اندیشہ نہ ہو بلکہ یہ بھی شرط ہے کہ ایسا سوچنے والے سب مسلمان ایک امیر کے تحت مجتمع ہوں اور اس کی اطاعت کرتے ہوں کیونکہ مذکورہ صورت میں تغیر بالید قتال اور جہاد کی شکل اختیار کر جائے گا اور امت کے اہل علم اس پر متفق ہیں کہ اس کے لئے ایک امیر کا ہونا جسے قوت نافذہ حاصل ہو شرط ہے کیونکہ اگر امیر ایک نہ ہوگا بلکہ متعدد ہوں گے تو اغلب ہے کہ آپس میں لڑیں گے لہذا یہ قتال فساد فی الارض بن جائے گا۔ اور اگر اس امیر کو قوت نافذہ حاصل نہ ہو تو بھی اس کی زیر قیادت قتال فساد فی الارض ہوگا جہاد نہیں ہوگا کیونکہ جب اسے اپنے لوگوں پر قوت نافذہ حاصل نہیں تو وہ امن و استقرار اور عدل کو کیسے ممکن بنائے گا جو کہ اس جدوجہد کا اصل مقصود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہائے امت جہاد کے لئے ایک امیر کی شرط کو ضروری سمجھتے ہیں۔(۴۴)

عصری تناظر

نہی عن المنکر میں تغیر بالید اور سل السیوف کے حوالے سے سیاسی تبدیلی کے

لئے قوت کے استعمال کی یہ ایک اصولی دینی بحث تھی جو ہم نے کی لیکن جس عہد اور ماحول میں ہم رہ رہے ہیں اس میں غالباً سیاسی تبدیلی کے لئے قوت کے استعمال کی ضرورت باقی نہیں رہی اور وجہ اس کی مغرب کے وہ سیاسی تجربات اور فیصلے ہیں جنہیں ہم انسانیت کی مشترکہ میراث کہہ سکتے ہیں۔اور چونکہ وہ اسلامی اصولوں کے خلاف نہیں بلکہ شریعت کے عمومی مقاصد اور مصالح کو پورا کرتے ہیں لہٰذا انہیں غیر اسلامی کہہ کر رد نہیں کیا جا سکتا۔اور اسی لئے اکثر و بیشتر اسلامی ممالک نے انہیں تسلیم کر لیا ہے۔ان میں دوسری چیزوں کے علاوہ ایک یہ چیز بھی ہے کہ کثرت رائے سے پر امن انتقال اقتدار کی اجازت ہوتی ہے اور اقتدار محدود عرصے کے لئے ہوتا ہے۔لہٰذا اگر کوئی شخص سمجھتا ہے کہ مسلم حکومت غیر اسلامی اور فاسقانہ اقدامات کر رہی ہے تو وہ مسلم عوام کو اپنا ہمنوا بنا کر 'جس کی قانون میں اجازت ہوتی ہے' اس حکومت کو بدل سکتا ہے۔انتخابات کے علاوہ بھی قانونی احتجاج کے راستے کھلے ہوئے ہیں مثلاً عدم تعاون' سول نافرمانی، مظاہرے' دھرنے وغیرہ کے ذریعے بھی حکومت کو بدلا جا سکتا ہے بشرطیکہ مسلمان رائے عامہ کی پشت پناہی حاصل ہو۔لہٰذا ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے آج کے مسلمان معاشرے میں کسی غیر صالح مسلم حکمران کو تبدیل کرنے کے لئے قوت کے استعمال (یعنی قتال) کی ضرورت ہی نہیں اور جہاں تک قوت کے استعمال کے پر امن ذرائع کا تعلق ہے' عصری دساتیر اور قوانین عموماً ان کی اجازت دیتے ہیں۔(ھذا من عندنا والعلم عند اللّٰہ)

حوالہ جات

۱۔ سورۃ النساء، آیت:۵۹

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الاحکام

۳۔ صحیح بخاری کتاب الاحکام

۴۔ مسند احمد بن حنبل، ۱: ۹۴،۴۰۹ دارالمعارف مصر ۱۳۶۸ھ

۵۔ صحیح بخاری، کتاب الاحکام
۶۔ سورۃ النحل، آیت ۱۲۵
۷۔ سورۃ حم سجدہ، آیت ۳۴
۸۔ سورۃ النساء، آیت ۵۹
۹۔ التغابن ۶۴:۱۶
۱۰۔ صحیح بخاری، کتاب الاحکام
۱۱۔ سنن ترمذی، ابواب الفتن
۱۲۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان
۱۳۔ صحیح مسلم، کتاب الامارہ
۱۴۔ صحیح مسلم، کتاب الامارہ
۱۵۔ رواہ ابوداؤد،
۱۶۔ صحیح بخاری، کتاب الاحکام
۱۷۔ سورۃ طہٰ، آیت ۴۳، ۴۴
۱۸۔ مسند احمد بن حنبل ۳:۴۰۴
۱۹۔ صحیح بخاری، کتاب الامارہ
۲۰۔ سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم
۲۱۔ سورۃ آلِ عمران آیت ۱۰۳
۲۲۔ سورۃ آلِ عمران آیت ۱۰۵
۲۳۔ صحیح بخاری، کتاب الادب
۲۴۔ سنن ترمذی ابواب الفتن
۲۵۔ صحیح مسلم، کتاب الامارہ
۲۶۔ صحیح مسلم، کتاب الامارہ
۲۷۔ ابن سعد: طبقات ۳:۳۴۱ و ابن اثیر: الکامل فی التاریخ ۳:۵۳
۲۸۔ صحیح مسلم، کتاب الامارہ
۲۹۔ صحیح مسلم، کتاب الاحکام

۳۰۔ صحیح مسلم، کتاب الامارہ

۳۱۔ صحیح مسلم، کتاب الامارہ

۳۲۔ صحیح مسلم، کتاب الامارہ

۳۳۔ صحیح مسلم، کتاب الامارہ

۳۴۔ عبد القاہر البغدادی، اصول الدین، ص ۲۷۷، طبع استانبول ۱۳۴۶ھ ابن خلدون، مقدمہ ص ۲۱۲، القاہر ۱۳۲۹ھ

۳۵۔ امام شافعی کی رائے بحوالہ سعدالدین تفتازانی، شرح العقائد النسفیۃ، ص ۴۸۸، القاہرہ، ۱۳۵۸ھ،

☆۔ امام الحرمین الجوینی، الارشاد، ص ۴۲۵، القاہرہ ۱۳۶۹ھ

☆۔ ابن حزم، کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل، ۴:۱۷۵، القاہرہ، ۱۳۹۵ھ

☆۔ الاشعری، مقالات اسلامیین، ۲:۴۵۱، القاہرہ ۱۳۸۷ھ

☆۔ عضد الدین الایجی، المواقف، ص ۴۰۰، ۱۳۵۷ھ

☆۔ ابن عابدین، ردالمختار ۱:۵۷۳، القاہرہ ۱۳۸۶ھ

☆۔ الشہرستانی، الملل والنحل ۱:۱۱۶، القاہرہ ۱۳۸۷ھ

☆۔ الماوردی، الاحکام السلطانیہ ص ۱۷، طبع بیروت ۱۳۹۸ھ

۳۶۔ تفتازانی، شرح العقائد النسفیۃ ص ۴۸۸، القاہرہ ۱۳۵۸ھ

ابو یعلی الفراء، الاحکام السلطانیہ ص ۲۰، القاہرہ ۱۳۸۶ھ

۳۷۔ ابن حزم، الملل، ۴:۱۷۱

☆۔ الاشعری، مقالات اسلامیین ص ۴۶۱،۴۶۲

۳۸۔ الایجی، المواقف ص ۴۰۰، امام احمد بن حنبل کی رائے بحوالہ الفراء الاحکام السلطانیہ ص ۲۱، ابن تیمیہ، منہاج السنۃ النبویۃ ۲:۸۷، طبع بولاق، ابن عابدین، ردالمختار، ۱:۵۷۳، کمال بن ابی شریف، السامرۃ بشرح المسایرہ ص ۲۷۸، بولاق ۱۳۱۷ھ، ابن العسقلانی، فتح الباری ۱۶:۱۱۴، القاہرہ ۱۳۷۸ھ، شاہ ولی اللہ: حجۃ اللہ البالغہ ۲:۳۵۸، مطبع اسلامی، لاہور، ابو الکلام آزاد: مسئلہ خلافت اور جزیرۃ العرب، صفحہ ۱۶ کلکتہ، ۱۹۱۰ء،

۳۹۔ سورۃ البقرہ آیت ۲۸۶

۴۰۔ صحیح بخاری، کتاب الاحکام

۴۱۔ عن الفراء، الاحکام السلطانیہ ص ۲۱

۴۲۔ رواہ ابو داؤد (کتاب الخراج والفئی) والترمذی (ابواب الفتن) والطبرانی فی معجم الصغیر ۱: ۲۰۴ طبع القاہرہ، ۱۳۸۸ھ،

۴۳۔ سورۃ المائدہ آیت ۲

۴۴۔ تفصیل کے لئے دیکھیے:

☆۔ ابن قدامہ الحنبلی، المغنی ۱۰: ۳۰۷، الطبع الثالث، القاہرہ

☆۔ الکاسانی الحنفی، بدائع الصنائع ۷: ۲۶۶، اردو ترجمہ دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور ۱۹۸۷ء، امام مالک، المدونۃ الکبریٰ ۲: ۵ القاہرہ ۱۳۲۳ھ، ابن رشد، **بدایۃ المجتہد** ۱: ۲۸۳، مکتبہ علمیہ لاہور ۱۳۸۶ء،